Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 02, Issue 01, January-June 2023, PP: 53-68
DOI: https:// doi.org/10.52461/al-abr.v2i1.1875
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

دعوت دین میں فقہی اختلافات کے اثرات

Implications of Jurisprudential Differences in Da'wah

Sharafat Ali
Visiting Lecturer International Islamic University Islamabad

Abstract

In summary, jurisprudential differences can have both positive and negative effects on the da'wah of a religion. On the one hand it can also be used as a tool to increase understanding between different communities. Clear communication, respectful dialogue, and a focus on common ground can help minimize negative impacts and maximize positive impacts. There these differences lead to sectarianism and division in the Da'wah. Preachers with different juristic views emphasize certain aspects of the faith and downplay others, leading followers to develop a narrow and exclusive understanding of their religion.
This results in the isolation of those who don't share the mainstream viewpoints and puts obstacles in the way of interfaith communication and understanding. However, jurisprudential divergences can sometimes benefit religious communities. By promoting an open and polite discourse about religious beliefs and practises, it can promote a greater understanding of faith and an inclusive community. It can also encourage critical thinking and push believers to reevaluate their opinions, resulting in a more detailed and nuanced understanding of the religion. These Dawat Deen jurisprudential effects will be critically assessed in this article.

Keywords
Dawat e Deen , jurisprudential differences , effects

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1. موضوع کا تعارف

دعوت دین پر فقہی اختلافات کے اثرات پیچیدہ اور کثیر جہتی ہو سکتے ہیں۔ فقہ سے مراد اسلامی قوانین و اصولوں کی تشریح اور اطلاق ہے۔ فقہ کے مختلف مکاتب، جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری ان قوانین اور اصولوں کی تفہیم اور ان کے اطلاق میں تغیرات رکھتے ہیں۔ دعوت پر فقہی اختلافات کا ایک ممکنہ اثر یہ ہے کہ یہ مسلمانوں میں انتشار یا تقسیم کا باعث بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر مختلف مسلم تنظیمیں یا رہنما اسلامی قوانین اور اصولوں کی مختلف تشریحات کو فروغ دے رہے ہیں تو غیر مسلموں کے لیے اسلام کے حقیقی پیغام کو سمجھنا یا اس کی تعریف کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ مزید برآں، یہ خود مسلمانوں میں تقسیم کا باعث بھی بن سکتا ہے، کیونکہ مختلف گروہوں کو مشترکہ بنیاد تلاش کرنے یا ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں دشواری ہو سکتی ہے۔ ایک اور ممکنہ اثر یہ ہے کہ فقہی اختلافات کی وجہ سے دعوت دین کا غیر مسلموں تک مؤثر طریقے سے پہنچنا اور ان کا اسلام سے جڑنا مشکل ہو سکتا ہے۔ اسلام کے پیغام کو متعدد اور متضاد شکلوں میں پیش کرنے سے غیر مسلم اس کو مسترد کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف، فقہی اختلافات کو بھی دین کے اندر لچک اور تنوع دکھا کر دعوت کے لیے ایک آلہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے مختلف مسلم کمیونٹیز اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پل بنانے اور افہام و تفہیم کو بڑھانے میں مدد مل سکتی ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دعوت پر فقہی اختلافات کے اثرات سیاق و سباق اور انہیں پیش کرنے اور سنبھالنے کے طریقے کے لحاظ سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ صاف بات چیت، باعزت مکالمے اور مشترکہ بنیادوں پر توجہ منفی اثرات کو کم کرنے اور مثبت اثرات کو زیادہ سے زیادہ کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔

2. دعوت دین کا حکم اور فضیلت

قرآن و حدیث، اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماخذ ہیں اور یہ پر امن ذرائع سے دوسروں کو اسلام کے عقیدے کی طرف دعوت دینے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ اسلام کے پیغام کو پھیلانے کا حکم جسے دعوت دین کے نام سے جانا جاتا ہے تمام انسانیت کے لیے ہمدردی اور رحم دلی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

> "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور منصفانہ نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو بہترین ہو۔"(1)

یہ آیت دوسروں کو اسلام کی دعوت دیتے وقت حکمت اور منصفانہ تبلیغ کے استعمال کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اسلام کے پیغام کو اس انداز میں پیش کرنا ضروری ہے جو سننے والے کے لیے اس کا فہم آسان ہو اور اس انداز میں جو قابل احترام ہو جارحانہ نہ ہو۔

حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے بھی دعوت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے پیغام کو پھیلانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ فرمایا میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ حدیث ہر مسلمان کو اسلام کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، چاہے وہ دین کے بارے میں کتنا ہی کم جاننے والا ہو۔

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی سکھایا ہے کہ دعوت مہربانی، احترام اور صبر کے ساتھ کی جانی چاہیے، خواہ دوسرا شخص مخالف ہو یا سننے کو تیار نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے تو یہ تیرے لیے بہترین قسم کے اونٹوں سے بہتر ہے۔ (بخاری) اس حدیث میں دعوت دینے کی عظیم فضیلت اور ہمدردی اور صبر کے ساتھ ایسا کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

قرآن و حدیث میں دعوت دین کی فضیلت کئی مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو اسلام کی طرف رہنمائی کرے گا اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے اس نے خود ایمان لایا ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کے لیے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے۔ یہ حدیث دعوت دینے کی عظیم فضیلت اور اس سے ملنے والے انعامات پر روشنی ڈالتی ہے۔

مزید بر آں، قرآن کہتا ہے: "اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں"۔ (2) یہ آیت اچھی گفتگو اور اعمال کے ذریعے دوسروں کو دعوت دین کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جو دوسروں کو خدا کی عبادت اور نیک اعمال کی طرف بلائے۔

آخر میں کہ دعوت دینے کی فضیلت بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتی ہے اور یہ کہ اسلام کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قرآن اور حدیث میں بھی احسان، احترام اور صبر کے ساتھ ایسا کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، چاہے دوسرا شخص مخالف ہو یا سننے کو تیار نہ ہو۔ بالآخر، یہ خدا ہی ہے جو لوگوں کو صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہدایت کرنے والوں کے لیے اجر ہے۔

3. فقہی اختلافات کا آغاز و ارتقا

عہد رسالت میں اسلامی قانون کی اساس قرآن و سنت کی شکل میں وحی الٰہی تھی تمام احکام ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوئے بلکہ حسب ضرورت اور حسب مصلحت نازل ہوتے رہے منصب رسالت میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ ﷺ اللہ پاک کے احکام کی تعبیر و تشریح اور وضاحت فرمائیں جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون" (3)

اور ہم نے آپ پر یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ اسے کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور کریں۔

3.1 (الف)عہد رسالت مآب ﷺ

عہد نبوی میں فقہی جزئیات کا کوئی وجود نہیں تھا اور نا ہی اس قسم کے فقہی اختلافات تھے جو ہمارا موضوع بحث ہے رسول مکرم ﷺ کی ذات گرامی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا مرجع تھی جب بھی کوئی نیا مسئلہ پیش آتا یا کسی قسم کی کوئی مشکل کا سامنا ہوتا تو وہ رسول مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس کے متعلق دریافت کر لیتے کہ اس سلسلہ میں اللہ پاک کا کیا حکم ہے اور آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو مسائل بتاتے، ان کے احکام کی وضاحت کرتے اور ہر مشکل میں رہنمائی فرماتے۔ اس طرح حق ان کے سامنے واضح ہو جاتا اور ان کی مشکل حل ہو جاتی تھی۔ جو لوگ مدینہ منورہ سے باہر تھے انہیں جب کسی نئی صورت حال کا سامنا ہوتا یا نیا مسئلہ پیش آتا یا کبھی قرآن و سنت کی تعبیر میں اختلاف پیدا ہوتا یا کبھی واضح حکم نہ ملنے کی وجہ سے مختلف اجتہادی آراء سامنے آتیں تو جب انہیں موقع ملتا وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے اپنی اجتہادی آراء یا نصوص کے متعلق اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کرتے۔ حضور مکرم ﷺ درست صور تحال کی وضاحت فرما دیتے تو وہ سنت بن جاتی اور اس طرح اختلاف بھی ختم ہو جاتا صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ حزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ایک دستہ بنو قریظہ کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا تھا:

"لایصلین احدالعصر الا فی بنی قریظة" (4)

بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے کوئی شخص نماز عصر ادا نہ کرے۔

جب راستہ میں نماز عصر کا وقت ہو گیا تو نماز کی ادائیگی کے بارے میں دو قسم کے نقطہ ہائے نظر سامنے آئے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا موقف تھا کہ چونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان تھا کہ بنو قریظہ پہنچ کر نماز عصر ادا کی جائے اس لیے ہم فرمان نبوی ﷺ کی تعمیل میں صرف بنو قریظہ میں ہی نماز ادا کریں گے۔ جبکہ بعض دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا موٴقف تھا کہ فرمان نبی مکرم ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ جتنا جلدی ممکن ہو بنو قریظہ پہنچ جائیں۔ اب چونکہ نماز کا وقت راستہ میں ہو گیا ہے اس لیے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

یہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک فریق نے حدیث کے ظاہری الفاظ پہ عمل کیا جبکہ دوسرے فریق نے فرمان نبوی مکرم ﷺ کی روح اور مقصد کو سامنے رکھا۔ بعد میں جب دونوں فریقوں نے اپنا اپنا موٴقف رسول مکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو جناب رسالت مآب ﷺ نے دونوں کے نقطہ ہائے نظر کو درست قرار دیا اور کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر

فریق کا مؤقف درست تھا کیونکہ کسی نے بھی خدانخواستہ نبی مکرم ﷺ کے حکم اور اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک نے پوری نیک نیتی کے ساتھ فرمان نبوی ﷺ پر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کیا۔ یہ اختلاف محمودہ کی عمدہ مثال ہے۔ فقہانے اسے بھی افضل اور غیر افضل کے تناظر میں پیش فرمایا ہے جبکہ بعض فقہا کی رائے یہ ہے کہ زیادہ بہتر طرز عمل ان صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے جنہوں نے بر وقت نماز ادا کی اور نبی مکرم ﷺ کے حکم کی تکمیل بھی کر لی بعض دوسرے فقہا کا مؤقف یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین جنہوں نے نماز مؤخر کی اور بنو قریظہ پہنچ کر نماز ادا کی ان کا طرز عمل زیادہ انسب ہے۔ مناسب ترین بات یہ ہے کہ یہاں افضل اور غیر افضل کی بحث میں الجھنے کی بجائے ہر فریق کے طرز عمل کو سنت قرار دیا جائے اور رسول مکرم ﷺ کے فیصلے کے بعد اولیٰ اور غیر اولیٰ کی بحث خود ہی ختم ہو جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں استفتا اور افتا کا دستور صرف یہی تھا کہ لوگ پیش آمدہ واقعات کے متعلق آپ ﷺ سے استفسار کرتے اور آپ ﷺ ان کا حکم بیان فرما دیتے تھے۔ مختلف معاملات ومقدمات آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوتے تو آپ ﷺ ان کا فیصلہ فرما دیتے۔ لوگوں کو اچھے کام کرتے دیکھتے تو ان کی تعریف کرتے اور بُرے کام ہوتے دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔(5)

3.2 (ب) عہد صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین:

جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رُخصت ہوئے تو آپ ﷺ اپنی اُمت کی ہدایت کے لئے دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ گئے؛ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ۔ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

> "میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں؛ ان دونوں چیزوں پر مضبوطی سے کاربند ہونے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں"

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی ایسی بے مثال جماعت بھی چھوڑ گئے جس نے سفر اور حضر میں آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے ارشادات سنے، اسباب نزول کا عینی مشاہدہ کیا، اس طرح کتاب وسنت کا کامل فہم پیدا ہو گیا۔(6)

ابو اسحاق فیروزی آبادی شیرازی اپنی کتاب طبقات الفقھاء میں لکھتے ہیں:

> "صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی اکثریت جنہیں رسول اللہ ﷺ کی طویل رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے فقیہ تھے کیونکہ وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کے براہ راست مخاطب تھے اور فہم دین کا

ذریعہ بھی یہی دو چیزیں تھیں۔(7)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں اختلاف کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اس وقت تک مختلف ممالک میں نہیں پھیلتے تھے۔ یہ دونوں خلفاء اہم مسائل میں صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی طرف رجوع کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق کا طرز عمل: میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جب بھی کوئی معاملہ آتا تو وہ اس کا حل قرآن مجید میں تلاش کرتے۔ اگر حل مل جاتا تو اس مطابق فیصلہ دے دیتے اگر کتاب اللہ میں حل نہ ملتا تو سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے اگر سنت سے رہنمائی مل جاتی کہ اس کے مطابق فیصلہ دے دیتے۔ لیکن اگر اس کا حل سنت سے بھی نا ملتا تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کی طرف رجوع فرماتے کہ اس معاملہ میں رسول مکرم ﷺ کا کیا حکم ہے بسا اوقات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے رہنمائی مل جاتی کہ اس معاملہ میں آپ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ اگر کوئی نظیر نہ ملتی تو پھر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کو جمع کر کے مشورہ کرتے اب اگر صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا اس مسئلے پر اتفاق ہو جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ دے دیتے۔(8)

مثال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ جلیل القدر صحابی ہیں سفر و حضر میں نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود نبی مکرم ﷺ کے بعض ارشادات علم میں آنے سے رہ جاتے، مثلاً جب ان کے دور خلافت میں دادی کی میراث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ میں کوئی حصہ میرے علم میں ہے۔ میں اس سلسلے میں لوگوں سے دریافت کروں گا" جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے اس مسئلہ کا حل پوچھتے ہیں تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ اور محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ فوراً اُٹھ کر گواہی دیتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا۔ چناچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اس کے مطابق فیصلہ دے دیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا بھی یہی طرز عمل تھا۔

خلفائے راشدین کے اس طرز عمل کی وجہ سے اس دور میں فقہی اختلاف کا دائرہ بہت ہی محدود تھا۔ گو کہ بعض اختلافات عہد نبوی ﷺ میں ہی رونما ہوئے لیکن یہ صرف اتنی دیر تک ہی باقی رہے جب تک فریقین کی ملاقات نبی مکرم ﷺ سے نہیں ہوئی۔ لازمی بات ہے کہ کچھ اختلافات عہد صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں بھی سامنے آئے مگر ان کے بھی کچھ

اسباب و وجوہات تھیں۔ لیکن حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے نہایت احسن طریقے سے اختلافات کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان مسائل کا حل تلاش کیا۔

4. دعوت دین میں فقہی اختلافات کے اثرات:

دعوت دین میں فقہی اختلافات کے مثبت اور منفی دونوں طرح سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایک اچھے داعی کو چاہیے کہ وہ ان سے میں سے مثبت پہلو کو زیادہ اجاگر کرے اور اپنی دعوت کو مؤثر ثابت کرے۔ مثبت و منفی اثرات درج ذیل ہیں۔

4.1 دعوت دین میں فقہی اختلاف کے مثبت اثرات:

4.1.1 تحقیقات کے دائرہ کار کا وسیع ہونا

فقہی اختلافات نے دعوت میں تحقیقات کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ وہ اسلام کے مطالعہ اور فروغ کے لیے مزید متنوع اور جامع اندازِ فکر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف ایک مخصوص مکتبہ فکر پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے علماء اور دعوت کے ماہرین اب متعدد مکاتب فکر کے نقطہ نظر اور بصیرت پر غور کرنے اور ان کو شامل کرنے کے قابل ہیں۔ اس سے مذہب اور اس کی تعلیمات کو زیادہ جامع اور باریک بینی سے سمجھنے کی اجازت ملتی ہے۔

مزید بر آں، فقہی اختلافات نے اسلامی روایت کے تنوع اور پیچیدگی کو اجاگر کرتے ہوئے دعوت میں تحقیقات کے دائرہ کو وسیع کیا ہے۔ نیز اسلام کو یک سنگی اور غیر متغیر وجود کے طور پر پیش کرنے کی بجائے فقہی نقطہ نظر کے تنوع، مذہب کی مزید متحرک اور ارتقا پذیر تفہیم کی اجازت دی ہے۔ اس سے اسلام کے بارے میں دقیانوسی تصورات اور غلط فہمیوں کا مقابلہ کرنے اور عقیدے کی زیادہ درستی میں مدد ملتی ہے۔ مختلف مسلم کمیونٹیز کے درمیان مکالمے اور تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مختلف فقہی نقطہ نظر کے بارے میں باعزت اور تعمیری مکالمے میں مشغول ہو کر مسلمان ایک دوسرے سے سیکھنے اور مذہب کے بارے میں اپنی سمجھ کو گہرا کر سکتے ہیں۔ اس سے مختلف مسلم کمیونٹیز کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پُل بنانے اور افہام و تفہیم کو بڑھانے میں بھی مدد ملی ہے۔

4.1.2 بین المذاہب تعلقات میں رواداری

فقہی اختلافات نے بین المذاہب تعلقات میں رواداری کے فروغ پر اہم اثر ڈالا ہے۔ فقہی اختلافات سے مراد مذہب کے درمیان اختلافات ہیں بشمول عقائد، طریقوں اور قوانین میں فرق۔ یہ اختلافات مختلف مذہبی کمیونٹیز کے درمیان غلط فہمیوں، دقیانوسی تصورات اور یہاں تک کہ بداعتمادی کا باعث بن سکتے ہیں، جو بین المذاہب رواداری کے فروغ کو مزید مشکل بنا سکتے ہیں۔

4.1.3 فہم کی کمی:

مناسب تعلیم اور فقہی اختلافات کو سمجھنے کے بغیر، مختلف عقائد کے لوگوں کے لیے بات چیت کرنا اور مشترکہ بنیاد تلاش کرنا مشکل ہو سکتا ہے، جس سے تعلقات استوار کرنا اور رواداری کو فروغ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔

4.1.4 دقیانوسی تصورات اور غلط فہمیاں:

فقہی اختلافات مختلف مذہبی کمیونٹیز کے بارے میں دقیانوسی تصورات اور غلط فہمیوں کا باعث بن سکتے ہیں، جو رواداری اور افہام و تفہیم کو فروغ دینا مشکل بنا سکتے ہیں۔

4.1.5 تصادم اور تناؤ:

فقہی اختلافات مختلف مذہبی کمیونٹیز کے درمیان تنازعات اور تناؤ کا باعث بھی بنتے ہیں، جو رواداری اور تعاون کے فروغ کو مشکل بناتے ہیں۔

4.1.6 محدود تعامل:

فقہی اختلافات نے مختلف مذہبی کمیونٹیز کے درمیان تعامل اور تعاون کو بھی محدود کیا ہے، جس سے تعلقات استوار کرنے اور رواداری کو فروغ دینے میں مشکل ہوئی ہے۔

تاہم، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ فقہی اختلافات معاشرے میں طاقت، تنوع اور امیری کا ذریعہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مکالمے، باہمی افہام و تفہیم اور تنوع کے احترام کو فروغ دینے سے، فقہی اختلافات کے چیلنجوں پر قابو پانا، اور مختلف مذہبی کمیونٹیز کے درمیان رواداری اور قبولیت کو فروغ دینا ممکن ہے۔

4.1.7 مختلف مکاتب فکر میں مکالمے اور افہام و تفہیم کا رجحان

اسلام میں مکالمہ اور افہام و تفہیم اہم تصورات ہیں جو مختلف مکاتب فکر میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلامی عقیدہ علم و فہم کی تلاش کی اہمیت پر زور دیتا اور افراد کے درمیان کھلے اور ایماندارانہ مکالمے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسلام کے تمام نمایاں مکاتب فکر پیغمبر محمد ﷺ اور صحابہ کرام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی اہمیت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت پر بھی زور دیتے ہیں۔ تمام مکاتب فکر اسلامی تعلیمات اور طریقوں کے بارے میں مختلف تفہیم رکھتے ہیں اور بعض اوقات قرآن و حدیث کی تشریحات میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ تاہم ان اختلافات کے باوجود تمام مکاتب فکر مکالمے اور افہام و تفہیم کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ سب علم حاصل کرنے، سمجھنے اور دوسروں کی رائے کا احترام کرنے

کی اہمیت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ سبھی افراد اور برادریوں کے درمیان کھلے اور ایماندارانہ مکالمے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تاکہ امن اور افہام وتفہیم کو فروغ دیا جاسکے۔

4.1.8 دعوت دین میں موثر طریقوں کا انتخاب

دعوت کے مختلف طریقے اور نقطہ نظر ہیں جو اسلام میں مختلف مکاتب فکر کے درمیان فقہی اختلافات سے متاثر ہیں۔

1. دعوت کا ایک طریقہ "دلائلی طریقہ" کے نام سے جانا جاتا ہے جو اسلام کے اصولوں کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کرنے کے لیے عقلی اور منطقی دلائل پر مبنی ہے۔ یہ طریقہ اکثر متکلمین استعمال کرتے ہیں اور اشعری اور ماتریدی مکاتب فکر میں خاص طور پر مقبول ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ عقل اور منطق عقیدے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اہم ہتھیار ہیں اور لوگوں کو عقلی دلائل اور شواہد کے ذریعے قائل کرنا چاہیے۔
2. دوسرا طریقہ "صوفیانہ طریقہ" ہے جو اس خیال پر مبنی ہے کہ اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے لیے روحانی تجربات اور جذبات کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ طریقہ اکثر صوفی حضرات استعمال کرتے ہیں۔ جس میں عقیدے کے روحانی اور صوفیانہ پہلوؤں پر زور دیا جاتا ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا کے ساتھ ذاتی اور جذباتی تعلق دوسروں کو ایمان کی دعوت دینے کا ایک طاقتور ذریعہ ہوسکتا ہے۔
3. تیسرا طریقہ "عملی طریقہ" ہے جو مثال کے طور پر رہنمائی کرنے اور دوسروں کو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے فائدے دکھانے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ یہ نقطہ نظر اکثر حنفی مکتبہ فکر کی طرف سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اعمال الفاظ سے زیادہ بلند آواز میں بولتے ہیں اور لوگوں کو دعوت دینے والے کے طرز عمل کے ذریعے ایمان کی پیروی کے عملی فوائد دکھائے جانے چاہئیں۔
4. آخر میں، "روایتی طریقہ" جو مذہبی نصوص کو حفظ کرنے اور ان سے عصر حاضر کے مطابق استدلال کرنے پر مبنی ہے۔ اس طریقہ کو اکثر حنبلی اور سلفی مکاتب فکر استعمال کرتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ اسلام کے پیغام کو پہنچانے کا سب سے مؤثر طریقہ قرآن وحدیث کا طریقہ ہے کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماخذ ہیں۔

آخر میں، اسلام میں دعوت کے مختلف طریقے رائج ہیں جو مختلف مکاتب فکر کے درمیان فقہی اختلافات سے متاثر ہیں۔ استدلال کا طریقہ، صوفیانہ طریقہ، عملی طریقہ اور روایتی طریقہ ان طریقوں میں ہر طریقہ کے اپنے فوائد اور نقصانات ہیں جبکہ سب سے موثر دعوت کے لیے مختلف طریقوں کو ملا کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

4.1.9 فریق مخالف کی اجتہادی رائے کا احترام

اسلام میں دوسروں کے فقہی اختلافات کا احترام کرنا ضروری ہے۔ "فقہ" سے مراد شرعی نصوص کی تفہیم اور تشریح ہے۔ مختلف علماء اور مکاتب فکر شرعی نصوص کی تشریح اور اطلاق کے لیے مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں، جو اختلاف کا باعث بنتا ہے ۔ان اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتحاد برقرار رکھیں اور تفرقہ بازی سے گریز کریں۔ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ اسلامی علماء اور فقہاء معصوم نہیں ہیں اور ان کی آراء اور اجتہاد غلطی یا نظر ثانی کے متقاضی ہوسکتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کی آراء اور اجتہادات کو عدل وانصاف کے ساتھ دیکھیں اور نصوص شرعیہ کی روشنی میں ان پر عمل کیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دوسروں کے فقہی اختلافات کا احترام کرنا اسلام میں ایک اہم اصول ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلام کے اندر تنوع ہے۔ تاہم اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولوں کو برقرار رکھنا اور امت مسلمہ کے درمیان اتحاد کو برقرار رکھنا بھی ضروری ہے۔

4.2 دعوت دین میں فقہی اختلاف کے منفی اثرات:

4.2.1 دینی گروہوں کے درمیان تعارض اور تشدد

تاریخ کے بہت سے تباہ کن اور طویل تنازعات میں مذہب سب سے آگے رہا ہے۔ چونکہ مذہبی عقائد اور طرز عمل مختلف عقائد کے درمیان بہت مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے تناؤ کی جڑیں اکثر گہری ہوتی ہیں اور یہ آسانی سے مسابقتی گروپوں کے درمیان تشدد کا باعث بن سکتا ہے۔ مذہبی گروہوں کے درمیان تصادم اکثر فقہی اختلافات کا نتیجہ ہوتا ہے جو شرعی نصوص کی مختلف تشریحات کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ اختلافات اس بات پر اختلاف کا باعث بن سکتے ہیں کہ مذہبی متن کی تشریح کیسے کی جانی چاہیے جو کہ مختلف نظریات رکھنے والے گروہوں کے درمیان تنازعات کا باعث بن سکتی ہے۔

فقہی اختلافات کی وجہ سے مذہبی گروہوں کے درمیان تصادم کی ایک مثال سنی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان جاری تنازعہ ہے۔ یہ تنازعہ ساتویں صدی کا ہے جب اسلامی عقیدہ پہلی بار قائم ہوا تھا۔ دونوں اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ مسلمانوں کی رہنمائی کس کو کرنی چاہیے اور ان کے طرز عمل کو کن اصولوں کے تحت چلنا چاہیے۔ خاص طور پر شیعہ مسلمان سنی کے اس نظریے کو مسترد کرتے ہیں کہ پہلے چار خلیفہؓ صحیح رہنما تھے۔ اس کی بجائے یہ مانتے ہیں کہ صرف حضرت محمد ﷺ کی اولاد کو ہی جائز رہنما ہونا چاہیے۔ اس اختلاف کا نتیجہ دونوں گروہوں کے درمیان صدیوں کے خونی تنازعے کا نتیجہ ہے۔

مجموعی طور پر یہ واضح ہے کہ مذہبی گروہوں کے درمیان فقہی اختلافات کی وجہ سے تنازعات پوری دنیا میں تشدد اور مصائب کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ ان تنازعات میں اکثر گہرے عقیدے اور صدیوں پرانی روایات شامل ہوتی ہیں اور یہ تباہ کن نتائج کا باعث بن سکتی ہیں۔ بہت سے معاملات میں دونوں فریقوں کے درمیان بات چیت اور افہام و تفہیم ہی ان اختلافات کو حل کرنے اور مزید تشدد کو روکنے کا واحد راستہ ہے۔

4.2.2 تعلیم اور تحقیقات میں تعصب اور تشدد

تعلیم اور تحقیق کسی بھی معاشرے کے دو اہم ترین پہلو ہیں کیونکہ یہ کسی قوم کی ترقی، ترقی اور ترقی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ پوری تاریخ میں تعلیم اور تحقیق کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی تبدیلی کو فروغ دینے کے لیے بطور اوزار استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ بدقسمتی سے دنیا کے بہت سے حصوں میں تعلیم اور تحقیق کو دبانے کے لیے تعصب اور تشدد کا استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ فقہی اختلافات کی وجہ سے تعلیم اور تحقیق میں تعصب اور تشدد کے دوررس نتائج ہوسکتے ہیں۔

کچھ ممالک میں تعلیم اور تحقیق مذہبی فقہ سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ مثال کے طور پر سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک میں شرعی قانون ملک کے اندر ہونے والے تعلیمی نظام اور تحقیق پر حکومت کرتا ہے۔ شرعی قانون کے تحت بعض موضوعات کو ممنوع سمجھا جاتا ہے اور ان حدود کی خلاف ورزی کرنے والوں کو قید یا موت جیسی سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نتیجے کے طور پر ان ممالک میں تعلیم اور تحقیق بہت محدود ہے کیونکہ علماء اور طلباء ایسے موضوعات میں مشغول ہونے سے ڈرتے ہیں جنہیں مذہبی حکام کے لیے توہین آمیز یا ناگوار سمجھا جاسکتا ہے۔

دوسرے ممالک میں تعلیم اور تحقیق ثقافتی اور سماجی اصولوں سے متاثر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، ہندوستان میں ذات پات کا نظام لوگوں کے بعض گروہوں کو دستیاب مواقع کا حکم دیتا ہے۔ بعض ذاتوں سے تعلق رکھنے والوں کو اکثر اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کے مواقع تک رسائی سے محروم رکھا جاتا ہے،۔ اور جب ان قوتوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو انہیں تشدد اور امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح صنفی عدم مساوات دنیا کے کئی حصوں میں تعلیم اور تحقیق کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ خواتین کو اکثر تعلیمی مواقع اور تحقیقی گرانٹس تک رسائی سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کوششوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے وقت انہیں تشدد اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کچھ ممالک میں تعلیم اور تحقیق سیاسی اور اقتصادی عوامل سے متاثر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر آمرانہ حکومتوں والے ممالک میں تعلیم اور تحقیق کو اکثر محدود اور سنسر کیا جاتا ہے۔ اسکالرز اور طلباء کو اکثر ان کے سیاسی اور فکری نظریات کی وجہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ تحقیق میں مشغول ہوتے ہیں انہیں حکومت کے مفادات کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ انہیں قید یا یہاں

تک کہ موت کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح کمزور معیشتوں والے ممالک میں تعلیمی مواقع اور تحقیقی گرانٹس اکثر قلیل ہوتے ہیں اور جو لوگ ان کوششوں کو آگے بڑھانے کے قابل ہوتے ہیں انہیں اکثر معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آخر میں، فقہی اختلافات کی وجہ سے تعلیم اور تحقیق میں تعصب اور تشدد کے دوررس نتائج ہو سکتے ہیں۔ یہ علم کو دبانے، فکری آزادی پر پابندی اور قوم کی محدود ترقی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ تعلیم اور تحقیق پروان چڑھنے کے قابل ہو، یہ ضروری ہے کہ حکومتیں اور کمیونٹیز مل کر ایک ایسا ماحول پیدا کریں جس میں تمام لوگ امتیازی سلوک یا تشدد کے خوف کے بغیر اپنی تعلیمی اور تحقیقی کوششوں کو آگے بڑھا سکیں۔

4.2.3 مکاتب فکر کا نصوص شرعیہ سے اپنے نقطہ نظر کے مطابق استدلال

فقہی اختلافات اسلامی قانون یا شریعت کی مختلف تشریحات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام کے اندر مختلف مکاتب فکر کے پاس شریعت کی اپنی اپنی تشریحات ہیں جو قرآن اور حدیث (پیغمبر اسلام کے اقوال) پر مبنی ہیں۔

مثال کے طور پر حنفی مکتبہ فکر سنی اسلامی فقہ کے سب سے قدیم اور سب سے زیادہ پھیلے ہوئے مکاتب فکر میں سے ایک ہے۔ حنفی مکتبہ فکر کے مطابق شریعت کی بنیاد قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اجتماعی اجماع اور قانونی مشابہت (قیاس) پر ہے۔ یہ مکتبہ یہ بھی مانتا ہے کہ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لیے استدلال اور استنباط اہم ہیں اور اس طرح یہ ان ذرائع سے احکام اخذ کرنے کے لیے تشریحی طریقوں کی ایک وسیع رینج استعمال کرتا ہے۔

مالکی مکتبہ فکر چار روایتی سنی اسلامی فقہوں میں سے ایک ہے۔ یہ مکتب آٹھویں صدی کے عالم امام مالک ابن انسؒ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ مالکی مکتبہ فکر کا خیال ہے کہ قرآن اور حدیث کو قانون کا بنیادی ماخذ ہونا چاہیے لیکن یہ ان ذرائع کی تشریح میں مقامی رواج اور اجماع کے استعمال کی بھی اجازت دیتا ہے۔ یہ مکتب شریعت کے عملی اطلاق پر زور دیتا ہے اور قانونی استدلال (اجتہاد) پر زیادہ انحصار نہیں کرتا ہے۔

شافعی مکتبہ فکر ایک سنی اسلامی مکتبہ فقہ ہے، جس کا نام آٹھویں صدی کے عالم امام الشافعیؒ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس مکتب کا خیال ہے کہ قرآن اور حدیث کو قانون کا بنیادی ماخذ ہونا چاہیے لیکن یہ ان ذرائع کی تشریح میں مقامی رسم و رواج اور اجماع کے استعمال کی بھی اجازت دیتا ہے۔ شافعی مکتب قرآن اور حدیث کو سمجھنے میں استدلال اور تخفیف پر بھی زیادہ زور دیتا ہے اور یہ ان ذرائع سے احکام اخذ کرنے کے لیے تشریحی طریقوں کی ایک وسیع رینج کی اجازت دیتا ہے۔

حنبلی مکتبہ فکر چار روایتی سنی اسلامی فقہوں میں سے ایک ہے۔ اس مکتب کا نام آٹھویں صدی کے عالم احمد بن حنبلؒ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ حنبلی مکتبہ فکر قرآن اور حدیث کے لغوی معنی پر توجہ مرکوز کرتا ہے اور یہ ان ذرائع کی تشریح میں مقامی رواج یا

اجماع کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ مکتبہ یہ بھی مانتا ہے کہ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لیے استدلال اور تخفیف کا استعمال نہیں کیا جانا چاہیے، اور یہ ان ذرائع سے احکام اخذ کرنے کے لیے صرف تشریحی طریقوں کی ایک محدود حد کی اجازت دیتا ہے۔

آخر میں، اسلام کے اندر مختلف مکاتب فکر کے پاس شریعت کی اپنی اپنی تشریحات ہیں جو قرآن، حدیث اور دیگر ذرائع پر مبنی ہیں۔ یہ تشریحات قانون کے ذرائع پر زور دینے، قانونی استدلال کے استعمال اور ان ذرائع سے احکام اخذ کرنے کے لیے استعمال ہونے والے تشریحی طریقوں کی حد میں فرق پر مبنی ہیں۔

4.2.4 مذہبی قوانین کی تشریحات میں اختلافات

مذہبی قوانین عقائد اور اصولوں کے ایک سیٹ پر مبنی ہیں جنہیں عام طور پر ایک مخصوص مذہبی گروہ کے ذریعہ درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ مذہبی روایت اور گروہ کی فقہ کے لحاظ سے ان قوانین کی مختلف تشریح کی جاتی ہے۔ فقہ علم کی وہ شاخ ہے جو مذہبی قوانین کی تشریح اور اطلاق سے متعلق ہے۔ یہ مذہبی قوانین کی تشریح کی بنیاد ہے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ مذہبی قوانین کا صحیح طریقے سے اطلاق ہو۔

فقہ اسلامی قانون کے چار روایتی مکاتب فکر پر مبنی ہے: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ ہر مکتبہ کے پاس مذہبی قوانین کی اپنی تشریح اور ان کی تشریح کا اپنا طریقہ ہے۔ مثال کے طور پر، فقہ حنفی میں قیاس آرائی کے استعمال اور قرآن وحدیث کی روشنی میں مذہبی قوانین کی تشریح پر توجہ دی گئی ہے۔ مالکی فقہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ کے عمل کے ساتھ ساتھ پہلے چار خلفاء کے احکام پر مبنی ہے۔ شافعی فقہ مذہبی قوانین کی تشریح کے لیے زیادہ لغوی انداز اختیار کرتی ہے جبکہ حنبلی فقہ علماء اور فقہاء کی آراء پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی ہے۔

فقہی اختلافات کی وجہ سے مذہبی قوانین کی تشریحات میں فرق مختلف شعبوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر حنفی مکتبہ "حدود" (اسلامی سزاؤں) کے تصور کو دوسرے مکاتب سے مختلف انداز میں بیان کرتا ہے۔ جس سے بعض معاملات میں زیادہ نرمی کی اجازت دی جاتی ہے۔ مالکی مکتبہ دیگر مکاتب فکر کے مقابلے میں پیغمبر اسلام اور ان کے صحابہ کے عمل پر زیادہ زور دیتا ہے۔ جبکہ شافعی مکتب مذہبی قوانین کی لفظی تشریح پر زیادہ زور دیتا ہے۔ مکتب حنبلی دیگر مکاتب فکر کے مقابلے میں علماء اور فقہاء کی آراء پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔

مزید برآں، جب شادی، طلاق، وراثت، اور عائلی قانون سے متعلق دیگر معاملات کی بات آتی ہے تو فقہی اختلافات کی وجہ سے مذہبی قوانین کی تشریحات میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، حنفی مسلک شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک کی

طرف سے یکطرفہ طلاق کے امکان کی اجازت دیتا ہے جبکہ مالکی مکتب ایسا نہیں کرتا۔ اسی طرح وراثت کے معاملے میں حنفی مسلک بہن بھائیوں میں وراثت کی تقسیم کی اجازت دیتا ہے جبکہ شافعی مکتب ایسا نہیں کرتا ہے۔

آخر میں، اسلامی مالیات اور اقتصادیات کے شعبوں میں مذہبی قوانین کی تشریح میں بھی فقہی اختلافات دیکھے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، حنفی مکتب سود پر مبنی لین دین کے استعمال کی اجازت دیتا ہے، جبکہ شافعی مکتب ایسا نہیں کرتا۔ اسی طرح مالکی مکتب خواتین کو جائیداد رکھنے کی اجازت دیتا ہے جبکہ حنبلی مکتب ایسا نہیں کرتا۔

آخر میں، فقہی اختلافات مذہبی قوانین کی مختلف تشریحات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ اختلافات مختلف شعبوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حدود کی سزا سے لے کر وراثت اور عائلی قانون سے متعلق دیگر معاملات۔ مزید بر آں، انہیں مالیات اور معاشیات سے متعلق مذہبی قوانین کی تشریح میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان اختلافات کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ مذہبی قوانین کی صحیح تشریح اور ان کا اطلاق کیا گیا ہے۔

4.2.5 فرقوں کی تشکیل کا باعث

فقہی اختلاف اسلامی قانون کی تشریح کے سلسلے میں فقہاء کی رائے میں اختلاف ہے۔ یہ اختلافات مختلف عوامل کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ تاریخی تناظر، جغرافیائی محل وقوع، ثقافتی معیارات اور خود فقہاء کی شخصیات۔ یہی اختلافات اسلام کے اندر فرقوں کی تشکیل کا سبب ہیں۔

اسلام کی ابتدائی تقسیم میں سے ایک سنی اور شیعہ فرقوں کے درمیان تھی۔ یہ تقسیم پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد قیادت کی جانشینی پر اختلاف پر مبنی تھی۔ سنی فرقے کا خیال تھا کہ قیادت کی بنیاد برادری کے اتفاق پر ہونی چاہیے، جبکہ شیعہ فرقے کا خیال تھا کہ اس کی بنیاد پیغمبر کے خاندان کے کسی مخصوص فرد کی تقرری پر ہونی چاہیے۔

اسلام میں دیگر تقسیم بھی فقہی اختلافات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ان میں عبادی، اسماعیلی اور صوفی فرقے شامل ہیں۔ عبادی فرقہ کی تشکیل امام عبد الواحد ابن المغیرہ نے کی تھی. جس نے شیعہ اور سنی فرقوں کے ساتھ خلیفہ کی قانونی حیثیت اور علماء کے کردار سمیت متعدد مسائل پر اختلاف کیا۔ اسماعیلی فرقے کی بنیاد اسماعیل ابن جعفر نے رکھی تھی جو شیعہ فرقے سے مختلف امامت کا نظریہ رکھتے تھے۔ صوفی فرقے کی بنیاد ابو بکر الشبلی نے رکھی تھی جو کئی مذہبی مسائل پر سنی اور شیعہ فرقوں سے متفق نہیں تھے۔

فقہی آراء میں اختلاف بھی سنی اور شیعہ فرقوں کے اندر مختلف مکاتب فکر کی تشکیل کا باعث بنا ہے۔ مثال کے طور پر سنی مسلک کے اندر چار بڑے مکاتب فکر ہیں: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ ان اسکولوں میں سے ہر ایک کے پاس اسلامی قانون کے مختلف

مسائل پر اپنی تشریحات اور احکام ہیں۔ اسی طرح شیعہ فرقے کے اندر بارہویں، اسماعیلی اور زیدی شیعہ مکاتب فکر موجود ہیں۔

اسلام کے اندر فرقوں اور مکاتب فکر کی تشکیل نے مذہب پر مثبت اور منفی دونوں اثرات مرتب کیے ہیں۔ ایک طرف اس نے اسلامی قانون کی مزید نفیس اور نفیس تشریحات کی ترقی کی اجازت دی ہے۔ دوسری طرف اس نے مذہب کے اندر تقسیم اور فرقہ واریت کو بھی جنم دیا ہے۔

آخر میں، فقہی اختلافات اسلام کے اندر فرقوں اور مکاتب فکر کی تشکیل کا باعث بنے ہیں۔ اس نے اسلامی قانون کی مزید نفیس تشریحات کی اجازت دی ہے لیکن اس کے نتیجے میں مذہب کے اندر تقسیم اور فرقہ واریت بھی پیدا ہوئی ہے۔

5. خلاصہ کلام

فقہی اختلافات کسی مذہب کی دعوت پر مثبت اور منفی دونوں اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ ایک طرف اسے مختلف کمیونٹیز کے درمیان افہام و تفہیم بڑھانے کے لیے ایک آلے کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ صاف بات چیت، باعزت مکالمے اور مشترکہ بنیادوں پر توجہ منفی اثرات کو کم کرنے اور مثبت اثرات کو زیادہ سے زیادہ کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔ اسی طرح یہ اختلافات دعوت میں فرقہ واریت اور تقسیم کا باعث بھی بنتے ہیں۔ مختلف فقہی نظریات کے حامل مبلغین عقیدے کے بعض پہلوؤں پر زور دیتے ہیں اور دوسروں کو نیچا دکھاتے ہیں، جس سے پیروکار اپنے مذہب کے بارے میں ایک تنگ اور خصوصی تفہیم پیدا کر لیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایسے افراد کی بیگانگی ہو جاتی ہے جو مروجہ نظریات کے مطابق نہیں ہوتے اور بین المذاہب مکالمے اور افہام و تفہیم میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ تاہم فقہی اختلافات مذہبی برادریوں پر بھی مثبت اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ مذہبی اصولوں اور طریقوں کے بارے میں کھلے اور احترام کے ساتھ گفتگو کی حوصلہ افزائی کر کے یہ عقیدے کی گہری سمجھ اور جامع کمیونٹی کو فروغ دے سکتا ہے۔ یہ تنقیدی سوچ کو بھی فروغ اور پیروکاروں کو ان کے عقائد پر سوال اٹھانے کا چیلنج بھی دے سکتا ہے جس کے نتیجے میں مذہب کے بارے میں مزید جامع اور باریک بینی کی سمجھ حاصل ہو سکتی ہے۔

حوالہ جات

[1] القرآن16:125۔

Al-Qur'ān 16:125

[2] القرآن33:41

Al-Qur'ān 41:33

[3] القرآن16:44۔

Al-Qur'ān 16:44

[4] البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الخوف، باب صلاۃ الطالب راکبا وایماء، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط:1، سن:2001، حدیث نمبر:946۔

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Kitāb al-Khauf, Bāb Ṣalāt al-Ṭālib Rākiban wa Iyāmah, Dār Ihyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Beirut, 1st edition, 2001, Ḥadīth number: 946.

[5] اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، ص:12۔

Ikhtilāfī Masā'il Mein Itidāl Kī Rāh, p. 12.

[6] امام مالک بن انس، الموطا، کتاب القدر، باب النھی عن القول بالقدر، دار الفکر، بیروت، 1989ء، حدیث نمبر:1662۔

Imām Mālik ibn Anas, Al-Muwattā, Kitāb al-Qadar, Bāb al-Nahy 'an al-Qawl bi al-Qadar, Dār al-Fikr, Beirut, 1989, ḥadīth number: 1662.

[7] شیرازی، ابو اسحاق، طبقات الفقہاء، دار القلم بیروت، ص:17۔

Shīrāzī, Abū Isḥāq, Ṭabaqāt al-Fuqahā, Dār al-Qalam, Beirut, p. 17.

[8] استاذ علی الخفیف، اختلاف الفقہاء، دار الفکر العربی، اشاعت دوم، 1996ء، ص:22۔

Ustādh ʿAlī al-Khafīf, Ikhtilāf al-Fuqahāʾ, Dār al-Fikr al-ʿArabī, 2nd edition, 1996 CE, p. 22.